اولاد کے درمیان مساوات

اسلامی تعلیم کی روشنی میں!

ترجمہ:- خالد کمال مبارک پوری دائرہ ملیہ مبارکپور- اعظم گڑھ

مساوات اسلام کی ایک اہم اور اولین تعلیم ہے، یہ مساوات خواہ دنیا بھر کے انسانوں کے درمیان ہو، یا ایک ملک کے ایک خاندان کے افراد کے درمیان ہو، یا ایک باپ کی مختلف اولاد کے درمیان، ہر ہر قوم پر مساوات کو قائم رکھنا اور آپس کے تعلقات کو خوشگوار بنانا اسلام کا محبوب شیوہ ہے۔

یہ حقیقت بھی ہے کہ جب ایک باپ کی مختلف اولاد کو ایک نظر سے نہ دیکھا جائے اور ایک کو دوسرے پر ناجائز فضیلت دی جائے تو ان کے آپس کے تعلقات کشیدہ ہو کر قتل و قتال تک پہونچ جاتے ہیں، اور امن و سکون کی دنیا میں ایک طوفان برپا ہو جاتا ہے، اس لئے ایک اسلامی باپ کا، بلکہ انسانی باپ کا سب سے بڑا فرض اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں یہی ہوتا ہے کہ وہ ہر ایک کو لطف و کرم کی نگاہ سے دیکھے، اور اپنی محبت و شفقت کو ہر ایک کے لئے عام رکھے، یہ اور بات ہے کہ اگر کسی کے ساتھ قلبی لگاؤ ہو جس کے سبب مجبور ہو۔ لیکن بظاہر اسے ہر ایک کے سامنے ایک شفیق باپ کی حیثیت سے آنا چاہیے، اور کسی کو اس کا موقع بھی نہ دینا چاہیے کہ وہ باپ کے متعلق اس سلسلہ میں کسی بدگمانی کا تصور بھی کر سکے۔

ذیل میں ہم استاذ شیخ محمود نووی مفتی ازہر کے ایک مضمون "اتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم" کا خلاصہ پیش کرتے ہیں، جو آج کے غیر تعلیم یافتہ آباء کیلئے خصوصاً، اور تعلیم یافتہ آباء کے لئے عموماً بہت مفید اور کارآمد ثابت ہو سکتا ہے:-

اجتماعیات اور انسانی شیرازہ بندی کو منتشر کرنیوالا سب سے خطرناک عنصر ہمارے وہ آباء و اجداد ہیں جو اپنی اخلاقی اور انسانی کمزوری کے سبب اپنی بعض اولاد کو بعض پر ترجیح دے کر انھیں سر پر بٹھاتے ہیں، اور دوسرے کو ذلیل و خوار کر کے گھر سے نکال کر اس کی زندگی دشوار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ کسی ایک کے رزق کو کشادہ کرے اور دوسرے کو اقتصادی بحران میں پھنسا کر اسکی غربت کا مذاق اڑائے۔

ایک بیٹے کو دوسرے پر کسی بھی قسم کی فضیلت دینا یا اس کے مراعات میں وسعت کرنا درحقیقت اپنی اولاد کے درمیان بغض و عداوت، اور رشک و حسد کی آگ روشن کرنا ہے، اور مرنے کے بعد بھی عداوت سب سے بڑا ترکہ ثابت ہوتا ہے، جو اسکی اولاد کے درمیان تقسیم ہوتا ہے اور اس کے پیچھے لعنت و ملامت کا ایک عظیم سیلاب ہوتا ہے جو انسان کو اس کے فریضہ سے غافل ہی نہیں کرتا بلکہ ترک فریضہ پر مصر بھی کرتا ہے۔

اگر یہ لوگ انصاف سے کام لیں تو اپنی ایک اولاد کو دوسری اولاد پر کسی بھی قسم کی فضیلت یا مراعات خواہ وہ میٹھے بول کی شکل میں ہو یا نصیحت آمیز کلمات کی شکل میں، دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اگر یہ لوگ غور کریں تو ان پر یہ حقیقت بہت جلد واضح ہوجائے گی کہ ہم کو ان منافرت اور تفریق انگیز کلمات سے شدت کے ساتھ پرہیز کرنا چاہئے جو زندگی کے روزینہ مسائل اور معاملات کے پس پردہ نظریں بچا کر ہماری زندگی میں داخل ہوکر مقام حاصل کرتے ہیں، اور وہ ایسی راہیں اختیار کریں گے جو مروّت محبّت۔ شفقت، اخوّت جیسی خوشگوار منزل کی طرف لیجائے، اور اولاد کے درمیان صدق وصفا اور اخوت ومحبّت کا رشتہ مضبوط کرے

کیا آج کا کوئی باپ، انبیاء علیہم السلام کے مرتبہ کو پہونچ سکتا ہے؟ یا ان کا سا مقام حاصل ہے؟ دیکھئے حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک نظر کرم نے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو ان کے قتل پر کتنی آسانی سے آمادہ کردیا، اور وہ محض حضرت یعقوب علیہ السلام کی التفات وعنایات کے سبب حضرت یوسف علیہ السلام کے جانی دشمن ہوگئے، جس کا نقشہ قرآن کریم ان الفاظ میں کھینچتا ہے

اذ قالوا لیوسف واخوہ احب الی ابینا منا ونحن عصبۃ ان ابانا لفی ضلال مبین اقتلوا یوسف او اطرحوہ ارضا یخل لکم وجہ ابیکم وتکونوا من بعدہ قوما صالحین۔ قال قائل منھم لا تقتلوا یوسف والقوہ فی غیابت الجب یلتقطہ بعض السیارۃ ان کنتم فاعلین۔

"وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ ان کے بھائیوں نے گفتگو کی کہ یوسف اور ان کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت کی جماعت ہیں واقعی ہمارے باپ کھلی غلطی میں ہیں یا تو یوسف کو قتل کر ڈالو یا ان کو کسی سرزمین میں ڈال آؤ تو تمہارے باپ کا رخ خالص تمہاری طرف ہوجائے گا اور تمہارے سب کام بنجائیں گے، انھیں میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو ان کو کسی اندھیرے کنوئیں میں ڈالدو تاکہ ان کو کوئی راہ چلتا نکال لیجائے، اگر تم کو کرنا ہے۔"

* * *

اس آیت کے اندر اللہ تعالےٰ نے باپ کے لئے ایک حد مقرر فرمادی ہے جو ایک باپ اور اس کے بیٹے کے درمیان ہونی ضروری ہے۔

بھائیوں کے درمیان تعاون اور اخوت نہ محض خود ان کیلئے ضروری ہے بلکہ ماں باپ اور پورے خاندان کے لئے بھی اشد ضروری اور لابدی ہے، اس لئے یہ جزئی فضیلت اور ترجیح ہمیں ترک ہی کرنی پڑے گی، اور اس ایثار کو خیرباد ہی کہنا پڑے گا جو نہ محض ماں باپ، خاندان کے لئے بلکہ پوری انسانی زندگی کیلئے تباہی وبربادی کا باعث بنتی ہے۔

ان تعلیم سے محروم اور کم عقل آباؤاجداد کو یہ بتلانے کی ضرورت ہے کہ صلہ رحمی، اور آپس میں تعاون واخوت کو برقرار رکھنا، اصل ایمان ہے، اور اسلام کا ایک عظیم شعار ہے، اور اس رشتہ کے بغیر اللہ تعالیٰ نہ ہمارے صوم وصلوٰۃ کو قبول فرماتا ہے اور نہ اس کے نزدیک ہمارے حج وزکوٰۃ کی کوئی وقعت ہے، جو اس نے اپنے اور انسانوں کے درمیان قائم کر رکھا ہے۔

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ۔

"اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ، اور والدین واقارب کے ساتھ احسان کا سلوک کرو۔"

اور اسی معنی کو تقریباً یہ آیت بھی ادا کررہی ہے:—

وآت ذا القربیٰ حقہ "اور قرابت دار کو اس کا حق دیتے رہنا"

اس کے باوجود بھی ہمارے آباؤاجداد اپنی جہالت کے سبب بعض اولاد کو بعض پر فضیلت دے کر نہ جانے کتنے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور شرافت وسعادت کا خون کرکے اپنی جہالت کو طشت از بام کرتے ہیں، شاید ان کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں اس کا بھی حساب دینا ہوگا اور بہت ہی سخت محاسبہ ہوگا۔

یہ اپنی اولاد کو ایک دوسرے کے خلاف محاذ بنانے پر

مجبور کرتے ہیں اور اُن میں بغض و حسد کا بیج بوتے ہیں، حالانکہ اُن کے آپس کے بہتر اور خوشگوار تعلقات کے سب سے زیادہ محتاج یہی ہیں اور انہیں کو اپنی اولاد کے مطیع و فرمانبردار ہونے کی زیادہ ضرورت ہے۔

اُن حضرات کی اس ناجائز رعایت اور ایک کی دوسرے پر ناروا تفضیلات کا اثر عوامی زندگی پر بہت ہی خوفناک شکل میں رونما ہوتا ہے۔ چنانچہ آئے دن ہم اخبارات میں اس قسم کی خبریں پڑھتے ہیں کہ ایک بھائی نے اپنے سگے بھائی کو اس لئے قتل کر دیا کہ اس کا باپ اُس کو ترجیح دیتا تھا، اور اس کے مقابلہ میں اُسے زیادہ چاہتا تھا اور فلاں شخص نے اپنے آپ کو قتل کر دیا کیونکہ وہ اس کے دوسرے بھائی پر زیادہ شفقت کرتا اور اسے طرح طرح سے نوازتا تھا، اور قاتل کو گری نظروں سے دیکھتا تھا، اور فلاں نے اپنے باپ سے جُدائی اختیار کرلی ہے اور اُسکی جان کے پیچھے پڑ گیا ہے۔

اس قسم کے تمام واقعات اجتماعیات اور انسانی زندگی کے لئے سمِ قاتل ثابت ہوتے ہیں اور اس کے ناخوشگوار نتائج پورے خاندان کو تباہ و برباد کرنے کے لئے کافی و وافی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کرنے والے کو تحسین کی نظر سے دیکھا ہے اور قطع رحمی کرنے والے یا قطع رحمی کا سبب بننے والے کو ملعون قرار دیا ہے۔ بعض لوگ اپنی ناجائز خواہشات کے تابع ہو کر اپنی اولاد کی تباہی کا باعث بنتے ہیں، اور بعض اپنی تنگ نظری عورتوں کے پھندے میں پھنس کر اپنی اولاد کے درپے ہو جاتے ہیں، اگر یہ عقل کے کورے ذرا بھی دیانتداری سے کام لیتے تو اُن کے سامنے تمام حقائق بے نقاب ہو کر سامنے آ جاتے، اور وہ اپنے بچوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کے بجائے ایسا سلوک کرتے جو ان کے لئے باعث خیر و برکت ہوتے، اور اُن میں مساوات قائم کر کے ماں باپ اور پورے خاندان بلکہ انسانیت کو امن و سکون سے زندگی گذارنے کے مواقع فراہم کرتے، ورنہ اُن کی مثال تو قرآن میں یوں بیان فرمائی گئی ہے :-

الذین ضل سعیھم فی الحیاۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔ ”جن کی کوششیں دُنیا کی زندگی میں رائیگاں چلی گئیں اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ بھلائی کے کام کر رہے ہیں“ (القرآن الحکیم)

اس میں شک نہیں کہ بعض ایسی مجبوریاں اور دواعی ہوتے ہیں کہ باپ اپنے ایک بچے کو دوسرے پر ترجیح دینے پر مجبور ہوتا ہے مثلاً عمر کا تفاوت، وقت کا تقاضا، سوسائٹی اور ماحول کا فرق، یہ چیزیں ایسی ہیں کہ انسان ایسی صورت میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے پر مجبور ہے اور اس کی یہ فضیلت جائز ہی نہیں بلکہ افضل بھی ہے، کیونکہ حقیقت میں یہ تفریق اور ناجائز ایثار و فضیلت نہیں بلکہ مساوات ہے بشرطیکہ دوسرے لڑکے کو اس بات کا احساس نہ ہونے دیا جائے کہ مجھ پر ظلم ہو رہا ہے، یا مجھے گری نظر سے دیکھا جا رہا ہے، بلکہ وہ یہ سمجھے کہ ہمارے درمیان اس معنی کر کے مساوات ہے کہ ہم کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ فراہم کی جاتی ہے اور میرے بھائی کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ اُسے حاصل ہے۔

اور کبھی ترجیح و فضیلت کی جائز شکل یہ ہوتی ہے کہ ایک کا حوصلہ بلند کرنے کے لئے یا کسی مصلحت کے پیش نظر اس پر لطف و کرم کی جائے تو یہ بھی دوسرے بھائی کے لئے بغض و حسد کا سبب نہیں ہوتی بلکہ اسے خوشی ہوتی ہے اور اپنے بھائی کی آئندہ زندگی کے سنورنے کا تصور اُسے حسین معلوم ہوتا ہے، ایسا کرنا بچے کی تعلیم و تربیت کے لئے بعض بعض وقت بہت ضروری ہو جاتا ہے، جسے ہر انسان بڑی شدت کے ساتھ محسوس کرتا ہے۔

خباثت نفس اور ہوس پرستی کے چکر میں پڑ کر انجام سے نظریں پھیر کر بلا خوف و خطر ہر نفسی تقاضے کو پورا

کرنے والا انسان قابل مذمت ہے، اور کسی بھی وقت اس کا تباہ و برباد ہو جانا یقینی ہے، اور ایسے لوگ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد دوسروں کے لئے عبرت بنکر رہجاتے ہیں

اسلام نے جہاں حیات کے معرکتہ الآرا مسائل پر روشنی ڈالی ہے اور انسانی زندگی کے ہر ہر گوشے کو سنوارا ہے اس مسئلہ پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے، جس کی روشنی میں چل کر انسان نے نیک بختی کا راستہ پالیا ہے اور اپنی زندگی کو خوشگوار اور خوش آئند بنالیا ہے اور دین و دنیا میں سرخروئی حاصل کی ہے۔ امام احمد ابوداؤد اور نسائی نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات تین مرتبہ دوہرائے "اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو"

اسی طرح حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ بشیر کی عورت نے اُن سے کہا کہ میرے لڑکے کو فلاں غلام بخش دو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ بناؤ"۔

بشیر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ دوہرایا، آپ نے فرمایا، کیا اس کے اور بھی بھائی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، ہاں! تو آپ نے فرمایا، کہ کیا تم نے ہر ایک کو ایک ایک غلام دیا ہے؟ انہوں نے کہا، نہیں۔ آپ نے فرمایا، تو پھر یہ اس کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور میں ایک ناحق چیز پر گواہ نہیں بن سکتا۔

(رواہ احمد مسلم۔ ابوداؤد)

اس سلسلہ میں اور بھی دوسری صحیح احادیث موجود ہیں، جن میں سے بعض یہ تصریح اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ یہ سراسر ظلم ہے اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی نہیں کی، اور بعض میں ہے کہ جن جن اشخاص نے ایسا کیا تھا آپ نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا۔ یہ کوئی تعجب خیز بات بھی نہیں ہے، کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے آئندہ پیدا ہونے والے تلخ نتائج اور ناخوشگوار اسباب کو بھانپ لیا اس لئے آپ نے عدل سے کام لیا اور ان کے اس تصرف کو غیر مشروع قرار دیا جو آئندہ کیلئے فتنہ و فساد کا باعث بنے۔

میرا تو یہ خیال ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے رک جانا، اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا عمل اسلام میں حرام اور غیر مشروع ہے اور یہ راہ بہت ہی خطرناک اور حق سے ہٹی ہوئی ہے جس کی تصریح حضورؐ کے ارشاد عالی میں موجود ہے، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہر ہر طرف خیر و برکت عام تھی، دین اور مذہب کا دور دورہ تھا، اطاعت و فرمانبرداری کا مادہ ہر ہر نفس میں پایا جاتا تھا، اور آج جبکہ ہمارے بچوں کا مذاق بگڑ چکا ہے اور وہ نافرمانی اور بغاوت پر آمادہ نظر آتے ہیں تو بھلا اُن کے لئے ایسے اعمال کیونکر خیر و برکت کا باعث ہو سکتے ہیں۔ بعض علماء اس فعل کو مکروہ قرار دیتے ہیں، اس لئے کہ حرمت کی کوئی قطعی دلیل ان کے پاس موجود نہیں ہے، اور اس لئے کہ انہوں نے اس مسئلہ پر اس حیثیت سے غور نہیں کیا جس حیثیت سے ہم کر رہے ہیں اور نافرمانی اور بغاوت کا مادہ اب تک بچوں میں کم، بلکہ کہنا چاہئے کہ مفقود تھا۔ لیکن جب اُن کی نافرمانی بغاوت کی حد تک پہونچ چکی ہے تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ یہ مسلمہ ہے کہ جو چیز کسی فعل حرام کا سبب بنے وہ خود حرام ہے بشرطیکہ وہ سبب حرام تک پہونچا دے، اور اس زمانہ میں تو کہنا ہی کیا ہے؟